مولانا حافظ عرفان الحق حقانی
مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

استاذِ حدیث دارالعلوم حقانیہ مولانا نصیب خان کا بہیمانہ قتل

ملک عزیز پاکستان میں آئے روز خونِ ناحق کے واقعات معمول بن چکے ہیں۔ کسی کی جان ومال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں۔ علماء کرام جو انبیاء کے وارث ہیں' ان کے وجودِ مسعود کے طفیل دنیا میں نیکی اور اعلیٰ اخلاق و کردار پروان چڑھتا ہے' افسوس وہ بھی اس کھیل سے محفوظ نہیں ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں میں سینکڑوں جید علماء اور اخلاق و کردار کے پیکر کے خون کی ندیاں کراچی سے خیبر تک بہائی گئیں۔ حیرت اور تعجب کی انتہاء کہ ان میں سے کسی کے خون کا سراغ لگانے میں حکمرانان وقت نے دلچسپی لینا بھی گوارا نہیں کی۔ ان حالات وواقعات میں تو اب یہی سوال اُبھر کر چبھتا ہے کہ کیا حکومتی مشینریاں ایسے واقعات میں ملوث ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ایسی مجرمانہ خاموشی کے کیا معنی ہیں؟

انہی واقعات میں سے ایک نیا سانحہ گزشتہ روز (جمعرات ۳ رمئی ۲۰۱۲) رونما ہوا جس میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حدیث اور معقولات ومنقولات پر عبور رکھنے والے ایک جید عالم دین کو انتہائی بیدردی کے ساتھ قتل کر کے پشاور کے علاقہ پشتخرہ میں ان کی نعش پھینک دی گئی۔ اس سے ایک ہی روز قبل بروز بدھ انہیں تاروجبہ کے قریب اورنگ آباد کے مقام سے گن کی نوک پر کئی مسلح گاڑیوں نے انہیں اغواء کیا۔ اغواء سے لے کر قتل تک 'صوبائی حکومت' مقامی انتظامیہ اور اقتدار کے اعلیٰ ایوانوں تک نے سراغ لگانے کی کوئی حرکت نہیں کی بلکہ اب تک اس پر سانس روک کر چپ سادھ لئے ہوئے ہے۔ یہ حیرت انگیز خاموشی ایک گہری سازش کی عکاسی کرتی ہے۔

مولانا نصیب خان جامع الصفات اور کثیر الجہت انسان تھے۔ آپ بے نفسی اور تواضع کے عظیم پیکر تھے' وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے عاجزی کے ساتھ مصافحہ اور ملاقات کرتے کہ گویا کہ ایک عقیدت مند شخص اپنے پیرومرشد سے مل رہا ہو۔ باوجود اس کے کہ وہ جامعہ حقانیہ کے مسندِ حدیث پر جلوہ گر تھے لیکن ان کی چال ڈھال سے بالکل یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ ایک محدث زمانہ ہیں یا عام انسان۔ ان کی ہر ہر اداء سے فقیری ٹپکتی تھی' ان کا دوسرا بڑا وصف سخاء تھا۔ غریب طالب علم جو اپنا جیب خرچہ نہیں اٹھا سکتے تھے ان کی چھپ چھپ کر اعانت فرمایا کرتے۔ ان کی زندگی جرات و دلیری کی ایک عظیم داستان پر مشتمل ہے۔ ذہانت میں وہ اکابرین واسلاف کے پرتو تھے۔ ہر طالب علم اور تعلق دار کا نام

جب ایک دفعہ معلوم کر لیتے تھے تو آئندہ اسی نام سے اس کو پکارتے۔ دارالعلوم کے ہزاروں طلباء کے نام ان کو ازبر تھے۔ جامعہ حقانیہ میں درس کے دوران ایسے معلوم ہوتا جیسے علم کا ایک سمندر بہہ رہا ہے، مختلف مذاہب اور ان کے دلائل ایسے بیان فرماتے جیسے انگلیوں پر کسی چیز کو گنا جا رہا ہے۔ سادگی جو ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے وہ آپ میں بطور اتم پائی جاتی تھی۔ جب بھی کوئی طالب علم آپ سے ملاقات کے لئے یا آپ کی کتاب درسگاہ سے ساتھ گھر تک لے جاتا تو اسے بغیر چائے پانی و تواضع کے واپس نہ بھیجتے۔ ان کے گھر پر ہمیشہ مہمانوں کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ اکثر غریب، ملنگ، دیوانے اور سادہ لوح انسان جن سے آج کل لوگ بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے، وہ آپ کے ساتھ ایک پلیٹ میں بیٹھ کر کھاتے تھے۔ اس عادت کو اپنانے کی وہ اپنے طلباء کو بھی ترغیب دلاتے کہ ایسے لوگوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا چاہیے تاکہ ان کو احساس کمتری نہ ہو اور اپنے نفس کے غرور و تکبر کا علاج بھی ہو۔ جس کو علاج بالضد بھی کہتے ہیں۔ دنیا سے بے رغبتی ان کے دل میں گری ہوئی تھی، اس کی بین مثال ان کی وہ عادت تھی کہ وہ جیب میں اپنے روپے کو مسل کر دوسرے لوگوں کی عادت کے خلاف بغیر تہہ بہ تہ اور گن گن کر نہ رکھتے اور کہتے کہ اس طرح کرنے سے دنیا کے ساتھ رغبت نہیں بڑھتی۔

حریت و آزادی اور جہاد کے ساتھ ان کی وابستگی کسی سے مخفی نہیں۔ روس کے خلاف بھی جہاد میں بھرپور حصہ لیا تھا اور اس کے بعد تادمِ وفات اس جدوجہد کی تائید کرتے رہے۔ ان کے مزاج میں طنز و مزاح کا بھی ایک بھرپور عنصر شامل تھا۔ دوران درس اور عام نجی مجلسوں میں وہ ایسے لطائف اور باریکیاں چند لفظوں میں آسان کر کے بیان کرتے کہ لوگوں کی عقل دنگ رہ جاتی۔ آپ کے مختصر احوال کچھ یوں ہیں: مولانا نصیب خانؒ بن الحاج قدر خان بن مولانا غلام محمد بن باقی جان۔ مناسب قد و قامت، سر پر زرد رنگ کی باندھی ہوئی قیمتی پگڑی، بارعب مونچھ جس سے اشدعلی الکفار حضرت عمر فاروقؓ کی یاد آئے، مسکراتا ہوا پر جلال و ہیبت چہرہ، پختگی علم و فہم کا مالک، شجاعت اور امت مسلمہ کی محبت سے سرشار شفقت و محبت کا مہتاب، قافلہ جہاد و عزیمت کے میر کارواں، اخلاقی پختگی اور کردار کی بلندی جیسی عظیم اوصاف پر متصف انسان مولانا نصیب خان تھے۔ جن کی زندگی جہد مسلسل، یقین محکم، جرات و بہادری و دلیری سے عبارت ہے۔ آپ ۱۳۷۵ھ میں ضلع شمالی وزیرستان کے گاؤں برمل میں پیدا ہوئے۔ وزیر کابل خیل قوم سے تعلق تھا۔ آپکی سکونت ایک زمانے تک افغانستان کے شہر خوست میں رہی۔ بنوں میں بھی آپ کی ایک رہائش گاہ ہے۔ آپ نے ناظرہ قرآن مدرسہ انوار العلوم بنوں میں مولانا نواب خان سے پڑھی۔ ۱۳۸۶ھ کو علاقہ درپہ خیل میں مشہور مفسر قرآن مولانا خان حلیم سے فقہ کی تحصیل شروع کی اور نورالایضاح و کنز وغیرہ کے کتب میں ان سے استفادہ کیا۔ ۱۳۸۷ھ میں آپ نے صرف کے کتب صرف میر، زرادی مولوی رب نواز اور مولوی خونہ میر سے پڑھی۔ اس دوران آپ نے صرف کی کتب زبانی یاد کیں۔ اس

کے بعد مدرسہ نظامیہ میں طویل عرصے تک بڑے بڑے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ ہنگو کے مدرسہ مفتاح العلوم میں فنون کی تکمیل کرنے کے بعد ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا رخ کیا۔ شوال ۱۴۰۰ھ بمطابق جولائی ۱۹۸۰ء کو آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ عقائد، منطق اور اصول فقہ کے اعلیٰ کتابیں آپ نے یہاں پڑھیں اور اس کے بعد موقوف علیہ اور دورہ حدیث کی تکمیل ۱۹۸۴ء کو یہاں سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال ذہانت و فطانت سے نوازا تھا۔ دوران طالب علمی اکثر طلباء آپ سے خارجی اوقات میں کتابیں پڑھتے تھے۔ تقریباً ۲۲ کتب طالب علمی کے زمانہ میں آپ کے زیر درس رہیں۔ دورہ حدیث کے سال شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے آپ کے ماتھے پر آپ کو چوم کر گویا آئندہ کے روشن علمی و عملی مستقبل کی نوید سنائی۔ فراغت کے بعد آپ نے درس و تدریس کا مشغلہ اپنایا چھ سال دارالعلوم انوار العلوم بنوں میں تین تین سال بالترتیب مدرسہ انجمن تعلیم القرآن اور مدرسہ منبع الجہاد خوست افغانستان میں بحیثیت استاد گزارے۔ ۱۴۱۸ھ موافق ۱۹۹۷ء کو حضرت مہتمم دارالعلوم مولانا سمیع الحق کی پیشکش پر دارالعلوم حقانیہ آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ وفات سے قبل تقریباً گیارہ اسباق آپ پڑھاتے تھے جن میں طحاوی شریف، جلالین شریف، توضیح وتلویح اور فلسفہ و منطق کی اعلیٰ کتب شامل رہیں۔ آپ کی تصنیفات میں ایک کتاب نحو میں "فوائد نصیبیہ" کے نام سے اور دیگر فنون نحو و صرف اور منطق کی کتابوں کی قلمی تقاریر شامل ہیں۔ ۱۴۲۶ھ کو آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ آپ کے مشاہیر اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ اور دیگر اجلہ علماء شامل ہیں۔ آپ نے پسماندگان میں ایک بیوہ، دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہیں۔ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم اور تزکیہ نفس کے بھی آپ بڑے ماہر تھے۔ ۱۹۸۰ء میں مولانا مفتی محمد فرید صاحب سے بیعت ہوئے۔ ۱۹۹۶ء کو انہوں نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد روحانی سلسلے کو آپ نے ہی حقانیہ میں وفات تک آب وتاب کے ساتھ پروان چڑھائے رکھا۔ لوگوں کی کثرت اور اصرار پر آپ کا جنازہ دو مقامات میران شاہ اور شوہ میں ادا کیا گیا۔ جنازے میں ہزاروں علماء، طلباء، مجاہدین اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ اور طلباء کا ایک بہت بڑا وفد شریک جنازہ و تدفین رہا۔ جن میں دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم، مولانا مفتی غلام قادر، مولانا حافظ شوکت علی، مولانا سعید الرحمٰن، مولانا حامد الحق، مولانا راشد الحق اور احقر عرفان الحق بھی تھے۔ آپ کی تدفین شوہ نامی گاؤں وزیرستان میں کی گئی۔